ہماری زبان

انجمن ترقی اردو ہند کا پندرہ روزہ اخبار

سالانہ چندہ ۲ روپے

جلد ۱۴	یکم جنوری ۱۹۵۵ء	ایڈیٹر ۔ قاضی عبدالغفار	۷ر جمادی الاول ۱۳۷۴ھ	نمبر ۱

انجمن کی مطبوعات

انجمن کی مطبوعات کے متعلق بعض گوشوں میں یہ شکایت کی جاتی ہے کہ:-

(۱) ان کتابوں کی قیمت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ متوسط حیثیت کے لوگ ان کو نہیں خرید سکتے۔

(۲) ہر کتاب کا ایک سستا ایڈیشن کیوں شائع نہیں کیا جاتا۔

(۳) قیمت صرف لاگت یا بہت کم منافع کے ساتھ کیوں مقرر نہیں کی جاتی۔

یہ شکایتیں زیادہ تر انجمن کے بنیادی اصولوں اور طباعت و کتابت کی دشواریوں سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ حکومت ہند ۳۰ ہزار روپیہ سال کی جو گرانٹ انجمن کو دیتی ہے۔ وہ اس شرط کے ساتھ دی جاتی ہے کہ یہ رقم صرف مطبوعات اور دفتر کی تنخواہوں پر صرف کی جائے۔ چنانچہ اس شرط کی پوری پابندی کی جاتی ہے اور ہر سال اس رقم کا آڈیٹ حساب حکومت ہند کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔ ہم ہر سال اپنے بجٹ میں ۲۵ ہزار روپیہ کتابوں کی طباعت و اشاعت کے لئے محفوظ کرتے ہیں اور بقیہ ۵ ہزار سالانہ دفتر کی تنخواہوں میں صرف ہوتے ہیں۔

سال میں ۸، ۹ کتابوں کی اشاعت کا اوسط ہے۔ اس طرح اوسطاً ۲½ ہزار روپیہ ہر کتاب کے ایک ہزار نسخوں کی تیاری پر صرف ہوتے ہیں۔ عام طور پر تین سو صفحات کی کتاب کی کتابت و طباعت پر تقریباً ۸ یا ۱۰ روپیہ فی صفحہ (مع جلد بندی وغیرہ) خرچ ہوتے ہیں۔ بعض کتابیں تین سو یا ساڑھے تین سو صفحات کی ہوتی ہیں۔ اور بعض کا حجم پانچ سو یا چھ سو صفحات تک پہنچ جاتا ہے۔

طباعت اور کتابت کے علاوہ بڑی مد جو کتاب کی قیمت کو بڑھاتی ہے۔ مولف و مصنف کا معاوضہ ہوتا ہے۔ انجمن عام طور پر دو روپیہ سے پانچ روپیہ فی صفحہ تک معاوضہ دیتی ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ہندوستان میں کتنے اور ناشر ہیں جو مولف اور مصنف کو اس سے آدھی رقم بھی بطور معاوضہ دیتے ہوں۔ پھر جو مجموعی خرچہ ہر کتاب کی تیاری پر آتا ہے۔ اس پر ۳۳ سے ۴۰ فیصدی تک کتب فروشوں اور ایجنٹوں کے کمیشن کا اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے کم شرح پر کسی اچھے کتب فروش سے معاملہ کرنا ناممکن ہے۔ اس طرح انجمن کو بعض کتابوں پر مشکل سے ۵ یا ۶ فی صد، اور بعض پر اتنا بھی خالص منافع نہیں ہوتا اور اس میں سے بھی دفتر کے معمولی اخراجات وضع ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ کتابت و طباعت کی دشواریوں سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جب تک اپنا پریس نہ ہو اور دوسرے مطابع میں

کتابیں طبع کرائی جائیں تو علاوہ اس کے کہ کتابوں کی اشاعت مطبع کے رحم و کرم پر منحصر ہوتی ہے، ہر مطبع کی شرح اجرت مختلف ہوتی ہے مختلف کاتب اپنی فن کاری اور شہرت کے اعتبار سے .. .. اپنی اپنی شرح اجرت مقرر کر لیتے ہیں اور پھر بھی وقت پر کام کر کے نہیں دیتے۔ یہی حال مطابع کا ہوتا ہے۔ باہر کے مطابع میں جب کتاب دی جاتی ہے تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ تقاضے کرنے یا کاپیوں کی صحت کرنے کے لئے دفتر سے آدمی بھیجنے پڑتے ہیں، ان کی آمد و رفت کا خرچہ اور ان کی تنخواہ کا حساب کتاب کے حساب میں شامل کرنا ہوتا ہے۔

علی گڑھ میں صرف ایک مطبع ہے۔ اور اسی لئے اس کے پاس کام اتنا ہے کہ سال بھر میں انجمن کی دو تین کتابوں سے زیادہ وہ چھاپ نہیں سکتا۔ باقی کتابیں طباعت کے لئے دہلی، بجنور، لکھنو حتیٰ کہ بمبئی تک بھیجنی پڑتی ہیں۔ اس کام میں جو دو سری گوارا کرنی پڑتی ہے وہ خارج از حساب ہے۔ بد قسمتی سے انجمن کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ وہ کوئی اپنا پریس قائم کر سکے۔ پھر باوجود اس کے اس کو طباعت، کتابت، کاغذ اور جلد بندی کے اعتبار سے اپنا ایک معیار بھی قائم رکھنا پڑتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ بازار میں اس لحاظ سے انجمن کی کتابیں دوسری سستی اور تجارتی کتابوں سے ممتاز رہیں۔

ہندوستان سے قطع نظر جہاں ۱۹۴۷ء کے بعد سے اردو کی کتابت و طباعت کا معیار بہت گر گیا ہے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ انجمن ترقی اردو پاکستان بھی جو کتابیں چھاپتی ہے ان کی قیمت بھی ہماری کتابوں سے کم نہیں ہوتی۔ حالانکہ پاکستان میں بمقابلہ ہندوستان کے اردو کی طباعت کی آسانیاں بلا شبہ زیادہ ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم مصنف و مولف کو اس کی محنت کا معقول معاوضہ دیتے رہیں گے (جو عام طور پر کوئی ناشر نہیں دیتا) اور کتاب کی ظاہری شکل و صورت کے معیار کو قائم رکھیں گے اور خود انجمن کا پریس قائم نہ کر سکیں گے قیمتوں کا کم کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اور یہ بھی یوں کہ اگر انجمن کی کتابوں کی معنوی حیثیت کا بھی لحاظ رکھا جائے تو ان کی قیمتوں کو بحالات موجودہ گراں قرار دینا قرین انصاف نہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ انجمن کتب فروش کی دکان نہیں ہے۔ جہاں کم سے کم قیمت پر زیادہ سے زیادہ کتابیں فروخت کر کے منافع حاصل کرنے کے کاروباری اصول پر عمل کیا جاتا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم علمی اور ادبی کتابوں کے ساتھ ساتھ کچھ "ہلکا لٹریچر"، یا بہ اصطلاح "ادب لطیف" بھی شائع کرتے، کچھ افسانے ہوتے، کچھ ناول ہوتے، کچھ "چلتے ہوئے" رسالے اور کتابچے ہوتے، وہ سب خوب بکتے اور انجمن کی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ بن جاتے۔ لیکن اعلیٰ ادب کا جو معیار انجمن قائم رکھتی ہے وہ اس صورت میں گر جاتا۔ بارہا اس مسئلے پر غور کیا گیا۔ لیکن انجمن نے ایسا کرنا پسند نہیں کیا۔ اس لئے کہ اعلیٰ ادب کے شائع کرنے والے تو ملک میں ایک ہی دو ادارے ہیں اور ان میں بھی سب سے زیادہ انجمن ہی کی کتابیں شائع ہوتی ہیں لیکن "ادب لطیف" اور افسانے اور ناول شائع کرنے والے سینکڑوں ادارے ہیں جو سستا لٹریچر اہل قلم سے بہت سستے داموں خریدتے ہیں اور شائع کرتے ہیں۔ انجمن جیسا ادارہ ناشرین کے اس صف میں آنا پسند نہیں کرتا۔

یہ حالات ہیں پھر بھی ہر کتاب کی طباعت و اشاعت میں ہم ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ خرچہ کم ہو اور قیمت زیادہ نہ ہو جائے اگر انجمن کے کاموں کی قدر کرنے والے لوگ ان تمام مشکلات پر بھی نظر رکھیں تو وہ شاید زیادہ شکایت کرنا پسند نہ کریں۔

حکومت کے سالانہ عطیہ کے علاوہ انجمن کی آمدنی کا کوئی ایسا بڑا اور مستقل ذریعہ نہیں ہے کہ وہ اپنا پریس قائم کرنے کی کوشش کر سکے۔ اگر اردو زبان کے دوست اور حامی اس کام میں انجمن کی امداد کی کوئی صورت پیدا کر سکیں تو بہت ممکن ہے کہ ہماری مطبوعات کی قیمت ۵۰ فی صد کم ہو جائے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں ایسی امید کرنا بہت دور از کار ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— زبان کے مسئلے پر لوک سبھا کے ممبروں کو مخاطب کرتے ہوئے وزیر اعظم نہرو نے فرمایا کہ۔

"ہندی کے پر جوش حامیوں کو ان لوگوں کی زبانیں سیکھ کر جن کی مادری زبان ہندی نہیں ہے۔ اور ان زبانوں کے حسن و خوبی کا اعتراف کر کے ایک مثال قائم کرنی چاہئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہندی زبان اس ملک میں سب سے اونچی زبان ہے (اس لئے کہ سرکاری زبان ہے) لیکن اس بات کا بار بار اعلان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو خواہ مخواہ دوسری زبان والوں کے لئے ایک چیلنج بن جاتی ہے۔ ملک میں ہندی کی اعلیٰ حیثیت کے متعلق شیخی بازی احمقانہ ہونے کے علاوہ خلاف مصلحت بھی ہے۔ ایسا کرنا ہندی زبان سے دشمنی کرنا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ہندی کے نام سے بگھڑنے لگیں گے ...."

—— پنڈت جی کی انگلیاں نبض پر ٹھیک ٹھیک بیٹھی ہیں کاش کہ

ان باتوں کے سمجھنے والے دو چار اور بھی ہمارے ملک میں ہوں !!

——— اتر پردیش میں بڑے منتری بدل گئے ہیں۔ پنت جی مرکز کی طرف منتقل ہوگئے اور شری سمپورنا نند جی ان کی جگہ بڑے منتری بن گئے۔

——— احباب ہم سے سوال کرتے ہیں کہ اتر پردیش میں اب اردو کا اونٹ کس کل بیٹھے گا۔ اس لئے کہ سمپورنا نند جی تو یہ مانتے ہی نہیں کہ اردو بھی کوئی زبان ہے——— تو بات یہ ہے کہ ہم نے اردو کے مسئلہ کو اس نظر سے کبھی دیکھا ہی نہیں کہ :

"بلبل چہ گفت گل چہ شنید و صبا چہ کرد"

ہم تو یہی کہتے رہے ہیں کہ ریاستی وزیروں کے رحم و کرم پر اردو کی قسمت کا فیصلہ منحصر نہیں ہو سکتا اور اگر ہوگا تو ہر نیا وزیر پچھلے احکام منسوخ کرکے نئے احکام نافذ کردے گا اور اردو کا مسئلہ حکومت کے موسم کے ساتھ ساتھ بدلتا رہے گا۔

——— اسی لئے تو ہم نے دستور ہند کی دفعہ ۳۴۷ کو اپنے مطالبہ کی بنیاد بنایا ہے تاکہ ایک دفعہ آئینی اور دستوری حیثیت سے اردو کا مقام مقرر ہو جائے۔ اور آنے جانے والی وزارتیں اسے اپنی مرضی کے مطابق جھولا نہ جھلا سکیں۔

——— حیرت ہوتی ہے ان بیچارے خوش عقیدہ اور سادہ دل دوستوں پر جو حکومت کی دی ہوئی ذرا سی رعایت کو یہ کہہ کر اچھالنے لگتے ہیں کہ یہ تو دستخطی مہم کے دباؤ کا نتیجہ ہے۔ درانحالیکہ دستخطی مہم تو کبھی یہ مقصد ہی نہ تھا کہ چھوٹی چھوٹی رعائتیں حاصل کرکے ہم مطمئن ہو جائیں ہم نے تو مسئلہ کی بیخ و بنیاد پر ہاتھ ڈالا ہے۔ صرف شاخوں اور پتوں سے مطمئن ہو جانا کیونکر ممکن ہے۔

——— اسی لئے عرض ہے کہ اس کی فکر ہی نہ کیجئے کہ کون اتر پردیش کے بڑے منتری ہیں۔ وزارتیں تو چار دن کی چاندنی ہوتی ہیں۔ آتی ہیں اور جاتی ہیں——— اردو کا مسئلہ تو ٹھوس بنیادی مسئلہ ہے !!

انجمن کی خبریں

مدراس جنوبی ہند کی مسلم تعلیمی انجمن کے سکریٹری صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ :-

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا جلسہ ۶ فروری ۱۹۵۵ء کو بہ مقام مدراس زیر صدارت ڈاکٹر ذاکر حسین منعقد ہوگا اور ۷ فروری کو ایک اردو کانفرنس زیر صدارت قاضی عبدالغفار صاحب منعقد ہوگی۔

پچاس سال سے یہ انجمن جنوبی ہند میں تعلیمی کام کر رہی ہے اور اب زیر سرپرستی افضل العلماء ڈاکٹر عبدالحق اردو زبان کی تحریک کو بھی اس علاقہ میں آگے بڑھانے کی تدابیر پر غور کیا جا رہا ہے۔ غالباً مجوزہ اردو کانفرنس میں مدراس میں انجمن ترقی اردو کی ریاستی شاخ بھی قائم کردی جائے گی۔ امید ہے کہ قاضی صاحب ۴ فروری تک مدراس پہنچ جائیں گے۔

جے پور ایک نامہ نگار اطلاع دیتے ہیں کہ :-

راجستھان جیسی بڑی ریاست میں کسی ایسے اردو روزنامہ کا نہ ہونا کہ جو پابندی وقت کے ساتھ سنجیدگی اور فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر شائع ہوتا رہے۔ تعجب خیز امر ہے۔ اس ضرورت کو انجمن ترقی اردو شاخ جے پور کے ارکان نے محسوس کیا اور اسی کمی کو پورا کرنے کا مصمم عزم کر لیا چنانچہ کچھ انتظامات مکمل ہو چکے ہیں اور کچھ امور متعلق اجرا درپیش ہیں۔ پس عنقریب ایک روزنامہ "نئی روشنی" جو انجمن مذکور کا اخبار ہوگا اور جس کا دفتر شیام لیتھو پریس دریبہ پان جے پور میں قائم ہو چکا ہے، جاری ہو رہا ہے۔

اس اخبار میں خبروں کے علاوہ علمی، ادبی، فنی، اخلاقی اصلاحی سیاسی، معاشی اور صنعتی و حرفتی مضامین بھی ہوں گے۔ لہٰذا علم دوست اخبار دوست حضرات سے استدعا ہے کہ نمونہ پہنچنے پر خود بھی خریدار بنیں اور اپنے حلقہ اثر میں بھی اس کی توسیع اشاعت کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ اہل قلم حضرات مضامین بھیج کر ممنون فرمائیں۔ شعرا حضرات اپنے تازہ معیاری کلام سے نوازیں۔ اور تجارت پیشہ صاحبان اس میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ اور ادارہ کو ممنونیت کا موقعہ عطا کریں یہ اخبار صرف جے پور شہر یا آس پاس کے قصبات تک ہی محدود نہ ہوگا بلکہ ہندوستان کے گوشے گوشے اور بالخصوص راجستھان کے مشہور مقام پر پہنچے گا۔ نامہ نگار صاحب خبریں بھیجیں اور اپنے نام درج کرائیں تاکہ ان کے نام مستقل اخبار جاری کیا جائے۔ نیز اخبار کی مالی و انتظامی حالت اور ادارتی ذمہ داریوں کی نگرانی کی غرض سے حسن زین داخلی

ذمہ دار اصحاب کا ایک بورڈ آف ڈائرکٹرس بھی مقرر کیا جا رہا ہے جو ہر قسم کے معاملات کا جائزہ لیتا رہے گا جن کے ناموں کا اعلان اخبار کی پالیسی اور مدیر مسئول کے نام کا اظہار عنقریب کیا جائے گا۔

نئی دہلی وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد کو ایرانی سفیر مسٹر اے. اے حکمت نے بوعلی سینا کی ہزار سالہ سالگرہ کے جشن کا تمغہ اور جشن کے سلسلہ میں شائع ہونے والی کتابوں کا ایک سیٹ پیش کیا۔ بوعلی سینا کی ہزار سالہ سالگرہ کا جشن ایران میں مارچ میں منایا گیا تھا۔ اور مسٹر حکمت کی صدارت میں اس موقع پر اجتماع ہوا تھا جس میں ہندستانی سفیر ڈاکٹر تاراچند بھی اس اجتماع کے نائب صدر تھے۔ اس جشن میں ۱۹ جگہ کے مستشرقین جمع ہوئے تھے۔

معلوم ہوا ہے کہ مشہور اردو ڈرامہ نگار حبیب تنویر کو حکومت ہند ایک وظیفہ دینے والی ہے۔ حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نوجوان فنکاروں کی جو کلچرل شعبوں میں ترقی کرنے کے اہل سمجھے جائیں۔ وظائف دے کر ہمت افزائی کی جائے۔

گزشتہ سال حبیب تنویر کا ایک ڈرامہ "آگرہ بازار" نظیر اکبرآبادی کے متعلق اسٹیج ہوا تھا۔ اور ان کے اس شاہکار نے ہر طرف سے خراج تحسین حاصل کیا تھا۔ غالباً اسی بنا پر حکومت نے ان کو وظیفہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

ناگپور معلوم ہوا ہے کہ ناگپور کارپوریشن کے کم سے کم ۴۰ کونسلروں نے اور تین چار سو طلبا کے سرپرستوں نے میر کے نام ایک درخواست بھیجی ہے۔ جس میں اردو اسکولوں کے بند کرنے کی تجویز کو واپس لینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اس درخواست پر مختلف خیال کے کونسلروں نے دستخط کئے ہیں اور بہت زوردار لفظوں میں اس بات کو پیش کیا گیا ہے کہ دستور میں تسلیم کئے ہوئے حق یعنی مادری زبان میں اپنے بچوں کو ابتدائی تعلیم دلانے کا حق واپس لینے کا کسی جماعت کو حق نہیں ہے۔ کارپوریشن کا فیصلہ سراسر نامنصفانہ ہے۔ اس کو جس قدر جلد ممکن ہو رد کر دینا چاہیے۔

اس درخواست پر صرف تین مسلمان ممبروں اور باقی سب غیر مسلم ممبران کی دستخطیں ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب اردو کے سوال کو غیر مسلم عوام اور خواص بھی فرقہ وارانہ نقطہ نظر سے نہیں دیکھتے۔ کہا جاتا ہے کہ انجمن ترقی اردو نے جو اردو ہندی ہفتہ منایا اس سے بہت کچھ فضا صاف ہو گئی ہے۔ اس سلسلے میں عبدالمجید صاحب لیڈر اور ان کے ساتھیوں کی جدوجہد قابل تعریف ہے۔ مگر ابھی ایک آنچ کی کسر ہے۔ اس درخواست پر کم از کم ۴۰ ممبروں کی دستخطیں ہیں جن کو اس پر غور کرنے کے لیے خاص طور سے جلسہ طلب کرنا میر کے لیے ضروری ہو جائے گا۔

انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی کی دسویں سالگرہ

انجمن کی شاخ بمبئی کی دسویں سالگرہ کی تقریب میں ۱۰ دسمبر سے ۱۰ دسمبر تک مختلف نوعیت کے پروگراموں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں ۱۰ دسمبر کو ایک بہت دل چسپ عام مباحثہ ہوا۔ جس کا موضوع حسب ذیل تھا۔

(غزل گوئی اردو ادب کی ترقی کی راہ میں حائل ہے)

اس موضوع کی موافقت میں بہت دل چسپ اور معنی خیز تقریریں ہوئیں۔

موافقت میں اختر الایمان صاحب، وشوامتر عادل صاحب وغیرہ نے اس بات پر زور دیا کہ غزل گوئی اردو ادب کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ اس کے جواب میں مجروح سلطان پوری، جاں نثار اختر، حامد الانصاری غازی صاحبان نے تقریریں کیں اور ثابت کیا کہ یہ گمان بالکل غلط ہے۔

۱۰ دسمبر کو سر کاوس جی جہانگیر ہال میں ایک ادبی اجتماع زیر صدارت ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور منعقد ہوا جس میں صدر مجلس نے ایک جامع خطبہ صدارت پڑھا اور شاخ بمبئی کے سکریٹری نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ نیز حسب ذیل اصحاب کے پیامات سنائے گئے۔

(۱) قاضی محمد عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند)

(۲) پنڈت سندر لال جی صاحب

(۳) شری مرارجی ڈیسائی وزیراعلیٰ بمبئی

(۴) شری دنکر راؤ ڈیسائی وزیر تعلیم حکومت بمبئی۔

(۵) شری بی جی کھیر۔ سابق وزیراعلیٰ بمبئی۔

مجروح سلطان پوری صاحب نے میر تقی میر کی شاعری پر ایک دلچسپ تقریر فرمائی۔ اس کے بعد ایک مشاعرہ ہوا۔ جس میں بمبئی کے ممتاز شعرا نے حصہ لیا۔

سکریٹری کی رپورٹ سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ بمبئی میں مرکزی انجمن کی ریاستی شاخ قائم کرنے کا فیصلہ کیوں ملتوی ہو گیا۔ بہر حال بمبئی میں اردو کے حامیوں کا یہ کامیاب اجتماع امید دلاتا ہے کہ ریاست بمبئی میں عنقریب انجمن کی تنظیم آگے بڑھے گی اور اردو زبان کی حفاظت اور ترقی کا ایک مضبوط محاذ قائم ہو جائے گا۔

رپورٹ جنرل سکریٹری

جو سرکاوس جی جہانگیر ہال میں پڑھی گئی

دس سال ہوئے بمبئی کے اردو زبان اور ادب کے حامیوں نے یہ محسوس کیا کہ اس شہر میں اردو سے تعلق رکھنے والے اتنی جگہ پر اتنے اہم ہیں کہ یہاں اردو کی فلاح و بہبودی کے لئے ایک انجمن قائم کی جائے۔ چنانچہ چند احباب کی دعوت پر اردو کے بہی خواہوں کا ایک جلسہ عام [illegible] اکتوبر [illegible] میں منعقد کیا گیا۔ یہ جلسہ جناب سید عبداللہ بریلوی مرحوم کی صدارت میں ہوا۔ اور یہ انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی جس کی سالگرہ آج ہم منا رہے ہیں معرض وجود میں آئی۔ اہالیان بمبئی کے لئے انجمن کا انعقاد بہت مسرت کا باعث تھا۔ چنانچہ رکنیت میں اضافہ ہونے لگا، اردو کے کارکنوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور ایک سال کی قلیل مدت کے اندر انجمن نے علم و ادب کے میدان میں مثالی کام سر انجام دیئے۔ اس سال یوم شبلی منایا گیا جس کا افتتاح ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے کیا اور ڈاکٹر عبدالرحمن مرحوم نے صدارت فرمائی۔ اسی سال ڈاکٹر تاراچند صاحب اور مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے خیالات سے مستفیض ہونے کے لئے جلسے کئے گئے۔

اردو کانفرنس

اردو کے مسئلوں کی اہمیت اور اہالیان بمبئی کی دلچسپی کا تقاضا یہ تھا کہ اردو کی خدمت کرنے والے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر کام کا پروگرام طے کریں۔ چنانچہ [illegible] میں ایک اردو کانفرنس بلائی گئی جس کے صدر ڈاکٹر مولوی عبدالحق تھے۔ اس موقع پر مہاتما گاندھی نے اپنے ہاتھوں سے اردو میں لکھا ہوا پیغام بھیجا۔ سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر ذاکر حسین اور ڈاکٹر سید محمود کے علاوہ اس دور کی دیگر اہم شخصیتوں کے پیغام بھی موصول ہوئے۔

مرکزی انجمن سے الحاق

یہ انجمن چونکہ انجمن ترقی اردو ہند کی ایک شاخ کی حیثیت سے قائم کی گئی تھی، اس لئے اس کا مقصد بھی مرکزی انجمن کے اغراض و مقاصد کی بمبئی شہر میں خصوصاً اور صوبہ میں عموماً ترویج و اشاعت کرنا قرار پایا۔ اس طرح ہمارا تعلق براہ راست ایک ایسے قومی ادارے سے ہے جس کو ملک کے وسیع الخیال اصحاب کی سرپرستی اور رہنمائی حاصل رہی ہے اور جس کی صدارت کی ذمہ داریاں نواب عماد الملک، نواب مسعود جنگ اور سر تیج بہادر سپرو جیسے ممتاز اصحاب کے کندھوں پر رہی ہیں نیز جس کے سکریٹری کے فرائض علامہ شبلی، نواب [illegible] یار جنگ، مولوی عزیز مرزا، مولوی سجاد مرزا، ڈاکٹر عبدالحق صاحب جیسی

صاحب بخوبی ادا کرتے رہے ہیں۔

اغراض و مقاصد

انجمن کے اغراض و مقاصد خالص علمی اور ادبی نوعیت کے ہیں۔ اس کا تعلق کبھی بھی کسی مذہبی یا سیاسی ادارے یا تحریک سے نہیں رہا۔ ہر شخص پر اس کی رکنیت کے دروازے بلا تخصیص مذہب و ملت اور سیاسی عقائد کھلے رہے ہیں۔ مرکزی انجمن کی نئی تنظیم ۱۹۴۹ء میں ہوئی اور ڈاکٹر ذاکر حسین کی قابل قدر صدارت اور محترم قاضی عبدالغفار صاحب کی دیکھ ریکھ (SECRETARYSHIP) میں مرکزی انجمن نے نئے عزم اور نئے مقاصد کو سامنے رکھ کر کام شروع کیا۔ چنانچہ ہم نے بھی اردو زبان کی اشاعت کے بعض نئے گوشوں کو پروگرام میں اہمیت دی۔ اردو زبان کے متعلق ہمارا بنیادی عقیدہ اب بھی یہی ہے کہ یہ وہ زبان ہے جس میں ہندوستان کا مشترکہ کلچر جھلکتا ہے اور جب تک ہندوستان میں مشترکہ تہذیب و تمدن کے گراں قدر خزانہ کی حفاظت ہوتی رہے گی اور سیکولر قومی وحدت کا تصور یہاں کے شہریوں کی زندگی کی بنیاد رہے گا اردو زبان کو اس ملک کی زبانوں میں ایک بلند مقام حاصل رہے گا اور رہنا چاہئے۔

اہم جدوجہد

انجمن کے سامنے جدوجہد کے دو اہم میدان ہیں۔ [illegible] عام ہے اردو زبان اور ادب کی ترویج اور حفاظت [illegible] ہند سے پہلے کے حالات میں تحقیق و مطبوعات پر زور دیا جا سکتا [illegible] تقسیم ہند کے بعد دوسرے شعبہ کے کام کو زیادہ پھیلانے، زبان کے پرچار کو وسیع کرنے اور اردو کے تحفظ کی زیادہ موثر تدبیریں اختیار کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انجمن نے اب یہ اصول اپنا مقصد قرار دے دیا ہے کہ وہ اردو زبان اور ادب کی ترقی اور پرورش بھی کرے گی اور اس کی زیادہ سادہ صورت یعنی ہندوستانی کو بھی ہر دلعزیز بنائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اردو کو زیادہ عام فہم اور ہر دلعزیز بنانا چاہتے ہیں وہ اردو میں ایسے لفظوں کا استعمال مناسب اور موزوں سمجھتے ہیں جو زیادہ عام فہم ہوں اور جن کا چلن زیادہ ہو۔

قومی زبان کی تشکیل

یہ پہلو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان کی دیگر زبانوں کی طرح اردو کو بھی ملک کی قومی زبان کی تشکیل میں اہم حصہ لینا ہے۔ یہ کام بجائے خود اردو زبان کی توسیع کا ایک ذریعہ ہے اس لئے اردو ادب کو دیوناگری میں شائع کرنے کے لئے مرکزی انجمن کے علاوہ بمبئی شاخ بھی اپنے ہاتھ میں لینے کی خواہاں ہے۔ زبان کی تشہیر کے متعدد طریقے ہیں۔ مگر مالی دقتیں بسا اوقات حائل ہو جاتی ہیں۔ اسی قسم کا ایک تجربہ انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی کو ہوا۔ چند سال پیشتر مجلس منتظمہ کے سامنے یہ تجویز ہوئی کہ ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جائے جس میں اردو رسالوں کی بہترین مضامین کی تلخیص ہو اور یہ خالص علمی اور ادبی مضامین تک محدود ہو۔ گو انجمن اب بھی ایسے رسالے

کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ مگر فنڈ کی کمی کے باعث کام شروع نہیں کر سکی

تحفظ اور ترویج

زبان کے تحفظ اور ترویج کے دوسرے طریقوں میں علمی جلسوں اور مشاعروں وغیرہ کا انعقاد ہے۔ انجمن کے زیر اہتمام یوں تو کئی پروگرام منعقد کئے گئے۔ مگر یوم اکبر بمبئی میں تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد اس شہر میں عام طور سے زبان کے مسئلے میں ایک جمود سا طاری ہو گیا تھا۔ اس جمود کو دور کرنے کے لئے سب سے پہلا قدم انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی نے اٹھایا ۱۹۴۹ء میں بہت بڑے پیمانے پر یوم اکبر منایا گیا۔ اس تقریب کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ عام روش سے ہٹ کر ٹھوس علمی مقالے پڑھے گئے۔ جناب نیاز فتح پوری، آل احمد سرور، پروفیسر عبدالقادر سروری کے نام مقالے پڑھنے والوں میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مقالوں کی نشستوں کی صدارت مولوی بشیشر پرشاد مرحوم نے فرمائی تھی۔ اگلے دن مشاعرہ کی صدارت مولانا حسرت موہانی مرحوم نے کی۔

مدرسین کی تربیت

اردو کی غیر معمولی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اس بات کا احساس ہو گیا کہ اسے موثر طریقے سے پڑھانے کے لئے اساتذہ کی ایک جماعت ہو جو اردو رسم الخط کو آسان طریقے سے پڑھا سکتے ہوں۔ انجمن نے جہاں اداروں کو امداد دی جہاں اردو پڑھانے کا معقول انتظام تھا چنانچہ محترمہ پیرن کیپٹن کی دیکھ ریکھ میں چلنے والی ہندوستانی پرچار سبھا کے کلاسوں میں ہماری طرف سے مدرس اردو پڑھانے گئے۔ اور ان لوگوں نے جن کی مادری زبان مرہٹی یا گجراتی ہے اردو زبان سیکھی۔ اردو مدرسین کو تربیت دینے کا یہ طریقہ بہت کامیاب رہا۔ انجمن کے زیر اہتمام بھی مختلف درجوں کی کلاسیں جاری کی گئیں۔ یہ کلاسیں بالغوں کی تعلیم کے کلاسوں سے مختلف تھیں۔ شہر میں لائبریریوں کے قائم کئے جانے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے چند لائبریریوں کو کتابیں خریدنے کے لئے مالی اعانت دی گئی۔ انجمن کا جاری کردہ فری ریڈنگ روم ڈونگری روڈ پر احمد سیلر ہائی اسکول کی عمارت میں مفید کام انجام دے رہا ہے۔ انجمن کی کوشش اور خواہش ہے کہ ایسے فری ریڈنگ روم جگہ جگہ کھولے جائیں۔

شہر میں اردو کی سرگرمیاں

بمبئی میں جہاں تجارتی سرگرمیوں کی ہماہمی رہتی ہے۔ وہاں مختلف طریقوں سے ادب اور زبان اردو کی خدمت بھی بہت ہوتی ہے۔ یہاں کی متعدد انجمنیں ادبی اور علمی میدان میں بے لوث کام کر رہی ہیں۔ بعض فلم ساز کمپنیاں بھی اردو نوازی میں ممتاز ہیں۔ یہاں سے متعدد روزنامے اور ہفتہ وار اور ماہانہ رسالے شائع ہوتے ہیں اور صحافت کا معیار ترقی کر رہا ہے۔ روزنامہ انقلاب نے بیک وقت بمبئی اور حیدرآباد سے شائع ہو کر دوسرے اردو اخباروں کے لئے قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔

انجمن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ تحقیق کے میدان میں گرانقدر کام کر رہا ہے۔ اس انسٹی ٹیوٹ کا سہ ماہی رسالہ نوائے ادب ظاہری طور پر تجارتی مقاصد سے بالاتر ہے۔ اپنی باضابطہ اشاعتوں سے اور معیاری مضامین کے باعث نہ صرف ہندوستان کے علمی حلقوں میں بلکہ دیگر ممالک میں بھی خراج تحسین حاصل کر رہا ہے۔

حکومت بمبئی کے تمام شعبوں کی فراخ دلانہ پالیسی اردو کے لئے سازگار ہے اور جہاں تک کہ اردو کی تعلیم کا تعلق ہے ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ اس صوبہ کی حکومت کا رویہ نہایت عادلانہ اور منصفانہ ہے۔

آل انڈیا ریڈیو بمبئی کے علمی پروگراموں کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ بمبئی سے متعدد مشاعرہ اور تقاریر کے کئی دلچسپ اور علمی نوعیت کے سلسلے نشر کئے جاتے ہیں۔

شہر کے اسکولوں اور کالجوں میں اردو کی خدمت کا جو کام ہو رہا ہے وہ باعث تحسین ہے۔ سینٹ زیویرس کالج، اسمٰعیل کالج، سدھارتھ کالج، نیشنل کالج، کے سی کالج، خالصہ کالج، الفنسٹن کالج وغیرہ نے ادب کی خدمت کے لئے انجمنیں قائم کی ہیں۔ اس سلسلے میں سینٹ زیویرس کالج کی بزم ادب کا ذکر خاص طور پر کرنا مناسب ہے۔ ایک عمدہ رسالہ "کاروان ادب" شائع کرنے کے ساتھ ساتھ اس بزم نے یونیورسٹی اور ایس، ایس سی کے امتحانات میں اردو کے لئے انعامات کا انتظام کر کے اچھی خدمت انجام دی ہے۔ نیز اسمٰعیل یوسف کالج کے زیر اہتمام تقریری مقابلوں کے لئے ایک نفیس ٹرافی قائم ہے۔

خاتمہ کلام

انجمن ترقی اردو بمبئی کی دسویں سالگرہ کی تقریب اردو کے خادموں کے لئے غور و فکر کا موقع ہے۔ بمبئی کے اردو نواز احباب، کے زیر سایہ انجمن ترقی اردو کی شاخ بمبئی نے اپنی عمر کے دس سال پورے کئے ہیں۔ اب اس کے بہی خواہوں کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ اس مختصر سی مدت میں یہ بات صاف ظاہر ہو گئی ہے کہ جو شوق یہاں کے لوگوں کو اردو زبان کے معاملے میں ہے وہ دوسرے بڑے شہروں کے لئے مشعل راہ بن سکتا ہے۔ ضرورت پر خلوص اور پر جوش کام کرنے والوں کی ہے۔ اگر یہ جماعت تیار ہو جائے تو یہاں اردو کی ترقی اور اشاعت کا کام بڑے پیمانے پر ہو سکتا ہے اور دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد اور لاہور سے ہوتا ہوا اردو ادب و علم کا کارواں اب بمبئی کی سازگار فضا میں ڈیرے ڈال سکتا ہے۔

مگر یہ کام چند لوگوں کا نہیں۔ اور نہ اسے کسی خاص علاقے میں محدود رہنا چاہئے۔ بلکہ شہر کے گوشے گوشے میں [illegible] زبان کے پرستار رہتے ہیں وہاں چھوٹی چھوٹی ادبی انجمنیں [illegible] چاہئیں۔ انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی کا پورا پورا تعاون حاصل کرنا اردو

کے دوسرے خادموں کا پورا پورا حق ہے اور انجمن آپ کی آواز پر آپ کے ساتھ ہے کیونکہ اردو کی خدمت بقول ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب "خود ملک کی خدمت ہے" اور ہم ملک کی خدمت میں جان دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ہمارے پیش رو اور ساتھی

اس سے پیشتر کہ میں اس رپورٹ کو ختم کروں میرا فرض ہے کہ انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی کا کام کرنے والے اپنے پیشرو حضرات کی یاد تازہ کروں جن کی خدمت میں اس انجمن کو دسویں سالگرہ منانے کے قابل بنایا۔

انجمن کے گزشتہ صدروں اور نائب صدروں میں سید یداللہ بریلوی صاحب مرحوم جناب اے فیضی صاحب، جناب ناہد شوکت علی صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔

خازنوں میں جناب احمد علی نور بھائی مرحوم، جناب مقیم محمدی صاحب، جناب محسن طیب جی صاحب قابل ذکر ہیں۔

انجمن کو جناب پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی صاحب سید سجاد ظہیر صاحب، معین الدین حارث صاحب، جناب [illegible] شہاب صاحب، جناب عبدالحمید انصاری صاحب، جناب پرتھوی راج کپور، راجندر سنگھ بیدی، جناب غلام احمد آرزو، جناب کرشن چندر، جناب خواجہ احمد عباس، جناب علی سردار جعفری، جناب پروفیسر ماتا پرشاد، جناب محمد طاہر صاحب، جناب پروفیسر سید عبدالرؤف، جناب نوری صاحب اور دیگر کئی حضرات کی سرپرستی کا شرف حاصل رہا ہے۔

خصوصیت سے جناب سید شہاب الدین دسنوی صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ انجمن کی اس شاخ کے انعقاد سے لیکر آج تک انھوں نے اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ پچھلے سال ان کی نظر انتخاب اس ناچیز سیکریٹری اور انھوں نے اپنی سخت محنت سے قائم کی ہوئی اور پالی ہوئی انجمن کو میرے سپرد کیا۔ گو آج کی رپورٹ میری طرف سے پیش ہو رہی ہے تاہم میں اسے محترمی سید دسنوی ہی کے نائب کی حیثیت سے پیش کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔

مدن موہن کالیہ
(جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی)

چند اقوال

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کے صدر جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور انجمن کے جنرل سکریٹری جناب قاضی عبدالغفار صاحب اور دیگر حامیان اردو کے ارشادات:۔

(۱) "[illegible] اردو کو اس کا حق دلانے کی کوشش میں، جو لوگ محض کسی کی ضد یا محض کسی کی سہولت پسندی [illegible] کی فرقہ پرستی کسی کی پاکستان دوستی، کسی کی ہندوستان دشمنی، کسی کی مذہبی دشمنی دیکھتے ہیں یا اوروں کو دکھاتے ہیں وہ بڑی ہی غلطی پر ہیں"

(ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب)

(۲) "اردو زبان ہندو مسلمانوں کی مشترکہ وراثت ہے"

(سر تیج بہادر سپرو)

(۳) "اردو کسی فرقہ کی زبان نہیں ہے، کسی حکومت کی چلائی ہوئی زبان نہیں ہے۔ کسی خاص نیت سے مصنوعی گھڑی ہوئی زبان نہیں ہے۔ یہ تو زندگی کی ریل پیل میں انسانوں کے میل جول کا پھل ہے، لوگوں کی، جنتا کی زبان ہے۔

(ڈاکٹر ذاکر حسین)

(۴) "غضب ہے کہ کوئی تربھون ناتھ ہجر، رتن ناتھ سرشار وغیرہ، امرچند، سدرشن، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، برج موہن دتاتریہ کیفی اور [illegible] پرشاد کول کی زبان پر مذہبی فرقہ واریت کا بہتان باندھے۔ دیا شنکر نسیم، جوالا پرشاد برق، چکبست، [illegible] سہائے سرور، رگھوپتی سہائے فراق، منشی نولکشور، [illegible] رام، پنڈت منوہر لال زتشی، سر تیج بہادر سپرو، منشی دیا نرائن نگم اور مہاراجہ کشن پرشاد کی زبان پر مذہبی تنگدلی کی تہمت لگائے" (ڈاکٹر ذاکر حسین)

(۵) "اردو زبان کے متعلق ہمارا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اردو ہندوستان کے مشترکہ کلچر کی پیداوار ہے اور جب تک ہندوستان کی سیکولر حکومت مشترکہ تہذیب کے تصورات کو اپنا رہنما بنائے گی، اردو زبان اپنے مقام سے ہٹائی نہیں جاسکتی۔" (قاضی عبدالغفار)

(۶) "اردو کی قدیم شاعری اور اس کا ادب ایسی تہذیبی روایات کا حامل ہے جن سے قطع تعلق کرکے جدید ادب کی تعمیر ناممکن ہے۔ ہمارے ادب کی قدیم بنیادیں ہی جدید ادب کی بنیاد ہو سکتی ہیں۔"

(قاضی عبدالغفار)

(۷) "کسی ریاست میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کو تسلیم کرنے سے اس کی تہذیبی وحدت میں رخنے نہیں پڑتے۔۔۔۔۔ وحدت قومی کا جذبہ دو زبانیں ماننے سے مرتا ہے۔ نہ خالی فقرہ بازیوں، طفل تسلیوں یا دھمکیوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ہم جب کہ آج اپنی آزاد قومی زندگی کے ابتدائی دور سے گزر رہے ہیں، ہمیں اس گر کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ وحدت قومی کا نام دل میں نفرت اور کینہ رکھ کر نہیں لینا چاہئے۔ اس کے لئے زبان کو شدھ کرنے کی ضرورت نہیں دل کو صاف کرنا لازم ہے۔"

(ڈاکٹر ذاکر حسین)

(۸) "اردو اور ہندوستانی دو مختلف زبانیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی زبان کی دو صورتیں ہیں۔ ایک علمی اور ایک عوامی۔ اردو کی زیادہ آسان اور

عام فہم کی صورت کے لئے یہ نام مہاتما گاندھی نے تجویز کیا تھا اور ایک سمجھوتے کی بنیاد پر جس پر ڈاکٹر راجندر پرشاد اور مولوی عبدالحق صاحب نے دستخط کئے تھے، یہ نام اس شرط کے ساتھ قبول کر لیا تھا کہ اردو کی یہ زیادہ عام فہم صورت دیوناگری اور اردو دونوں رسم الخط میں لکھی جائیں گی۔"

(قاضی عبدالغفار)

(۹) "اردو ادب کا مطالعہ خود ہندی والوں کو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور اردو کی ترقی کسی طرح ہندی کی ترقی میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ آپ پر روشن ہوگا کہ اردو ہندی کے جھگڑے نے ان کے باہمی فرق کو جان بوجھ کر بڑھانے کی کوشش کرائی ہے اس دونوں زبانوں کو نقصان پہنچا ہے۔"

(ڈاکٹر ذاکر حسین)

(۱۰) "جو لوگ اردو کو زیادہ عام فہم اور ہر دل عزیز بنانا چاہتے ہیں وہ اردو میں عوام کی زبان کے ایسے الفاظ کا اضافہ جائز اور مناسب سمجھتے ہیں جو زیادہ عام فہم ہیں اور جن کا چلن زیادہ ہے اور جن کو اردو ادب کے ابتدائی دور میں اہل قلم اور شعراء نے استعمال بھی کیا ہے۔ اگر جدید ہندی کے حامیوں کی تقلید کرتے ہوئے کچھ لوگ اردو میں سنسکرت کے الفاظ شامل کر کے اُسے "ہندستانی" کہتے ہیں تو یہ تصور بالکل غلط ہے جس طرح یہ تصور غلط ہے کہ سنسکرت کی بے تکان آمیزش سے ایسی زبان بنائی جائے۔ جو ہندی کے نام سے عوام کے سر تھوپی جا سکے۔"

(قاضی عبدالغفار)

(۱۱) "ہندی کے ادیب ہندی والے ہی نہیں ہیں وہ اردو والے بھی ہیں، بنگالی والے بھی، پنجابی والے بھی، وہ دلیں والے ... ہیں، سچائی والے ہیں، انصاف والے ہیں۔"

(ڈاکٹر ذاکر حسین)

(۱۲) "اردو زبان کی خدمت اور حفاظت ہمارا نصب العین ہے اور اسی کی زیادہ سے زیادہ ترقی کے لئے ہم یہ نئی راہیں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔"

(قاضی عبدالغفار)

(۱۳) "اردو کے مسئلے پر تاریخی اتفاقات نے جو پردے ڈال دئے ہیں ان کو ہٹا کر اس مسئلے کی حقیقت کو دیکھئے اور اس کے حل کرنے میں مدد دیجئے، آپ پر بڑی ذمہ داری ہے۔"

(ڈاکٹر ذاکر حسین)

(۱۴) "ایک سیکولر حکومت کے تحت ملک میں مشترکہ زندگی کی جس کا ایک نتیجہ اردو زبان بھی ہے، بنیادیں مضبوط کرنے کے لئے اور تہذیبی اشتراک کے راستے کھولنے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کی مختلف زبانوں کا ادب ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہو اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی ایک موثر صورت یہ بھی ہے کہ مختلف زبانوں میں ان کے ادب کا تبادلہ کیا جائے۔"

(قاضی عبدالغفار)

(۱۵) "ہم نے اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے کہ ایک طرف تو اردو اپنی اصلی شکل میں ترقی کرے اور دوسری طرف ان لوگوں میں بھی جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے کسی نہ کسی طرح اس کی اشاعت کی جائے۔"

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کے صدر جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور انجمن کے جنرل سکریٹری جناب قاضی عبدالغفار صاحب اور دیگر حامیانِ اردو کے ارشادات کے اقتباسات اوپر دیے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اقتباس تقریر کا موضوع بن سکتا ہے۔"

مدن موہن
(جنرل سکریٹری۔ انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی)

ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد دکن

۲۷ جنوری ۱۹۵۸ء کو ڈاکٹر بی رام کشن راؤ صاحب چیف منسٹر حیدرآباد، ادارہ ادبیات اردو کی سلور جوبلی کی تقریبات کا افتتاح فرمائیں گے جن کا مجوزہ پروگرام ذیل میں درج ہے۔

ادارے نے اب تک اردو کی جو خدمات انجام دی ہیں، اور خاص کر موجودہ ہمت شکن ماحول میں اردو کا کام جس طرح جاری رکھا ہے۔ اس سے اردو زبان کے ہمدرد کسی نہ کسی طرح واقف رہے ہیں۔ سرزمین دکن میں عوامی ادارے کبھی دیر پا ثابت نہیں ہوئے لیکن ادارہ ادبیات اردو ۲۵ سال کے طویل عرصے میں برابر سرگرم عمل رہا ہے۔ ادارہ اپنے کام کو مختلف مجلسوں میں تقسیم کر کے ملک کے ہر مکتب خیال کے اصحاب کا تعاون ہر دور میں حاصل کرتا رہا۔ اس نے نہ صرف تاریخی، علمی، ادبی اور تنقیدی موضوعات پر اب تک ۱۹۹ کتابیں شائع کیں۔ بلکہ قلمی اور مطبوعہ کتابوں کا ایک ایسا نادر ذخیرہ فراہم کیا جس میں تقریباً ... ۵ مخطوطات اور ۱۲۰۰۰ مطبوعات شامل ہیں۔

مخطوطات کے دو تفصیلی تذکرے چھپ چکے ہیں اور ایک زیر ترتیب ہے۔ اردو مطبوعات کی فن وار فہرست بھی مرتب کی گئی اور پہلی جلد جس میں ...۴ کتابیں اور ... ۱ رسائل و اخبارات کی تفصیلات ہیں، سلور جوبلی کے موقع پر شائع کی جا رہی ہیں۔ اس کے ساتھ اردو اور خاص کر حیدرآباد کے ایسے ۵۰ ادیبوں اور شاعروں کا ایک مختصر تذکرہ بھی شائع ہو رہا ہے جن کے رشحات نثر و نظم گزشتہ ۲۵ سال کے عرصے میں کتابوں کی شکل میں آ گئے۔

سب رس کے ذریعے سے ادارے نے شائع اور اردو دنیا میں روشناس کرائے۔ اردو کو مقبول عام بنانے کے لیے اردو امتحانات کا سلسلہ ۱۹۳۶ء سے جاری کیا جس نے ہزاروں ان پڑھوں کو خواندہ بنایا اور پڑھے لکھوں میں اردو عالم اور اردو فاضل جیسے امتحانات کے ذریعے سے اردو ادب کا اعلیٰ ذوق پیدا کیا۔ چنانچہ ان اسناد کی وجہ سے بہت سے لوگ برسر روزگار بھی ہو سکے۔

اردو کے تحقیقی کام کرنے والوں کو ادارہ پچاس روپے ماہوار کا فیلوشپ بھی جاری کرتا رہا جس سے اب تک علی گڑھ۔ آکسن۔ اور عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب پی۔ ایچ۔ ڈی کے کئی طلبا اور طالبات مستفید ہو چکے ہیں۔

ادارے نے نہ صرف اپنے اہتمام سے مختلف کانفرنسیں منعقد کیں جن میں ۱۹۴۴ء کی آل انڈیا اردو کانگریس اور ۱۹۵۳ء کی تاریخ دکن کانفرنسیں بھی شامل ہیں بلکہ دوسرے اداروں مثلاً ہندوستانی اکیڈمی۔ انجمن ترقی اردو۔ پی۔ ای۔ این اور دہلی کلچرل سوسائٹی وغیرہ کی کانفرنسوں میں بھی شرکت کی اور حیدرآباد میں جو بھی علمی اور کلچرل تقریبیں منعقد ہوئی ہیں، ان کے سرپرست اداروں میں شمولیت کی۔

ادارہ کی پچیس سالہ خدمات کی ایک مختصر روئیداد سلور جوبلی کے افتتاحی اجلاسوں میں سنائی جائے گی۔

ادارۂ ادبیات اردو کی سلور جوبلی

تقریبوں کا پروگرام

پہلی تقریب :- ۲۷ جنوری ۱۹۵۶ء روز پنجشنبہ ۵ ساعت شام بمقام سٹی کالج۔

(۱) خیر مقدم - نواب لیاقت جنگ بہادر۔ صدر ادارہ

(۲) روئیداد :- ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور معتمد عمومی ادارہ

(۳) خطبۂ افتتاحیہ :- آنریبل ڈاکٹر بی رام کرشن راؤ صاحب چیف منسٹر حیدرآباد

(۴) پیامات

(۵) مقالہ تلنگی ادب

(۶) تلنگانہ میں اردو ادب۔ پروفیسر سید محمد صاحب

(۷) شکریہ :- پروفیسر عبدالقادر سروری معتمد مجلس استقبالیہ

دوسری تقریب :- ۷ بجے شام۔ افتتاح ادارہ ادبیات اردو کالج بمقام خانقاہ عنایت الٰہی قریب اعظم جنگ پیلس۔

(۱) کالج کا تعارف۔ جناب ایل بنسنت راؤ صاحب ڈپٹی کمشنر مال آبکاری

(۲) رسم افتتاح۔ آنریبل ڈاکٹر بی رام کرشن راؤ صاحب چیف منسٹر حیدرآباد۔

تیسری تقریب :- ۷-۳۰ شام۔ لوک گیت۔ پیش کرنے والے مسٹر سراج الحسن جعفری۔ حمید الدین صاحب شاہد وغیرہ۔

چوتھی تقریب :- ۸-۳۰ رات۔ عشائیہ

پانچویں تقریب :- ۲۸ جنوری ۱۹۵۶ء روز جمعہ ۵ ساعت شام بمقام (زنانہ کالج)

(۱) مقالہ مرہٹی ادب۔ سیتو مادھو راؤ صاحب ناظم تعلیمات حیدرآباد

(۲) مہاراشٹرا میں اردو ادب۔ محترمہ رفیعہ سلطانہ صاحبہ ایم اے لکچرار زنانہ کالج

(۳) کنڑی ادب۔ جناب سدھیا پرانک صاحب

(۴) کرناٹک میں اردو ادب۔ محترمہ زینت ساجدہ صاحبہ ایم۔ اے لکچرار زنانہ کالج

(۵) نظمیں ترنم کے ساتھ

(۶) تقریر صدارت آنریبل کاشی ناتھ راؤ صاحب ویدیہ اسپیکر حیدرآباد اسمبلی

چھٹی تقریب :- ۷ بجے شام بمقام زنانہ کالج "شام غزل"۔ پیش کرنے والے زینت ساجدہ صاحبہ اور دوسرے فنکار

ساتویں تقریب :- ۸-۳۰ بجے رات۔ ڈرامہ "بھاگ متی"۔ پیش کرنے والے رفیعہ سلطانہ صاحبہ۔ مینا الحسن صاحب جعفری وغیرہ

آٹھویں تقریب :- ۲۹ جنوری روز شنبہ۔ ۵ بجے شام بمقام نظام کالج۔

(۱) مقالہ - ہندی ادب راج کشور پانڈے صاحب ایم۔ اے لکچرار ہندی نظام کالج

(۲) پنجاب، گجرات اور اترپردیش میں اردو ادب پروفیسر عبدالقادر سروری

(۳) بنگال، بہار اور مدھیہ پردیش میں اردو ادب ڈاکٹر حفیظ قتیل ایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی، لکچرار اردو نظام کالج

(۴) نظمیں (ترنم کے ساتھ)

(۵) روئیداد اردو امتحانات۔ مولوی سید علی اکبر صاحب ایم اے صدر مجلس اردو امتحانات۔

(۶) تقسیم اسناد و تقریر صدارت۔ آنریبل گوپال راؤ صاحب ایکبوٹے وزیر تعلیم حیدرآباد

نویں تقریب :- ۹-۳۰ بجے رات بمقام نمائش "جشن مشاعرہ" جس میں ملک و بیرون ملک کے شعرا کلام سنائیں گے۔

دسویں تقریب :- ۳۱ جنوری ۱۹۵۶ء روز دوشنبہ ۵ بجے شام بمقام سٹی کالج

(۱) حضرت واحد کی خدمت میں سپاسنامہ۔ ان کی خدمات کے نسبت مقالے اور نظمیں۔ مختلف احباب پیش فرمائیں گے جن کی صدارت ڈاکٹر عبدالحق (صدر اس) فرمائیں گے۔

(نامہ نگار)

عدن میں اردو

از:۔ عبداللہ عبدالحمید ندیم (عدن)

اردو نے مختصر عرصہ حیات میں اتنی پھلی پھولی اور پھیلی کہ برصغیر ہند اور پاک کی حدود سے نکل کر آج دنیا کے دور دراز حصوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ بات خالی از دلچسپی نہیں کہ اسے کبھی کسی حکومت کی سرپرستی میسر نہیں آئی۔ یہ اپنی ذاتی قوت نشوونما سے آج اس مقام پر پہنچی کہ دنیا کی صدیوں پرانی زندہ زبانوں کے ہم پلہ اور ہم رتبہ مانی جاتی ہے گویا مصحفی کا یہ کہنا سہ

آج دنیا میں ہیں جتنی بھی زبانیں طبع زاد
قوت نشو و نما اردو میں ہے سب سے زیاد

کوئی مبالغہ نہیں، کوئی بے جا تعریف نہیں، بلکہ یہ ایک ٹھوس اور ناقابل تردید حقیقت ہے۔ عدن میں بھی اردو آج اپنی مٹھاس اور دلکشی کے باعث پندرہ ہزار عدنیوں کی محبوب اور پیاری زبان ہے جس میں آپس میں گفتگو ہوتی ہے۔ شعر و سخن کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جلسوں میں اردو زبان میں تقریریں ہوتی ہیں۔ اور اخبار و رسائل نکالے جاتے ہیں۔ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے عدن میں مختلف قومیں آباد ہیں جن میں ہند اور پاک کے مختلف حصوں کے باشندے بھی شامل ہیں مثلاً سندھی، پنجابی، بنگالی وغیرہ۔ جو تجارت اور دیگر مقاصد سے یہاں مستقل سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کا جو ذریعہ ہوتا ہے وہ اردو ہی ہے۔ اور یہ بات اردو زبان کے ایک بین الاقوامی زبان ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ مزید برآں یہاں کی مقامی زبان عربی پر بھی اس کا کافی اثر ہو گیا ہے۔ بہت سے اردو کے الفاظ نہایت بے تکلفی سے عرب اپنی روزمرہ بول چال میں استعمال کرتے ہیں۔

عدن میں اردو کس طرح آئی اور کس طرح ترقی کی منزل پر پہنچی۔ آیئے اس کی تحقیق کریں۔

عدن کی تاریخ میں اردو کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب غدر کے پرآشوب زمانے میں مسلمانان ہند اپنی جان اور ناموس کے بچاؤ کی راہ تلاش کر رہے تھے تو ان کا ایک خانماں برباد قافلہ عدن بھی پہنچا اور یہاں کی فضا کو اپنے حق میں خوشگوار اور سازگار سمجھ کر اس کو مستقلاً

پناہ گاہ بنا لیا۔ اپنے ابتدائی دور میں کسی نے بھی اردو کی ترقی و فروغ کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ہر ایک ذریعہ معاش کی فکر میں تھا۔ پہلے پہل جس نے عدن میں اردو کی ترقی کے لئے قدم اٹھایا۔ وہ انجمن اخوان الصفا تھی۔ جو ۱۸۸۵ء میں قائم ہوئی تھی۔ گویا عدن میں اردو کی یہ پہلی انجمن تھی جس نے عدنی تہذیبوں میں اردو کا ذوق پیدا کرنا چاہا۔ اگرچہ یہ بزم جلد ٹوٹ گئی مگر اس نے اردو کا جو بیج بویا تھا وہ آگے چل کر بہت سی انجمنوں کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس انجمن کو قائم کرنے کا سہرا جناب حلیم شاہ کے سر ہے جو (A.P.C.T.) کے انسپکٹر تھے۔ اور ان کی اردو کی خدمات کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انھوں نے اردو میں "تحفۂ عدن" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔

اس کے بعد کئی اور انجمنیں قائم ہوئیں۔ مگر ہر شن کے ابتدائی دور میں جو تکلیفیں اور مشکلات سد راہ ہوتی ہیں۔ وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ اور بہت جلد ٹوٹ گئیں۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ضرور برآمد ہوا کہ لوگوں میں بتدریج اردو کا ذوق پروان چڑھتا رہا۔ اور آخر کار اردو سے محبت اس قدر بڑھ گئی کہ سن ۱۹۰۳ء میں مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہاں سے عدن کی تاریخ میں اردو کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ عدن میں رہنے والا ہر ہندوستانی اور پاکستانی مسلمان اپنے بچے کو اس اسکول میں بھیجنے لگا۔ اب وہی زبان جو صرف آپس میں بات چیت کا ذریعہ تھی وہ تعلیمی مقصد کے لئے بھی استعمال ہونے لگی۔ اس سلسلے میں محترم یوسف محمود خاں صاحب کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی جو اس مدرسہ کے قائم کرنے میں پیش پیش تھے۔ آپ نے اپنے مخلصانہ جذبہ اور انتھک کوششوں سے اس اسکول کی بنیاد کو اتنا پائدار اور غیر متزلزل بنا دیا کہ یہ اب تک اردو کی ترقی و بقا کی خدمت انجام دے رہا ہے۔

یہ مسلمہ بات ہے کہ جس چیز میں کوئی خوبی ہوتی ہے وہ سب کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اردو اپنی گوناگوں مقناطیسی خصوصیات کے باعث لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی گئی۔ اور روز بروز اس کا دائرہ اثر وسیع ہوتا گیا۔ اس کی رفتار ترقی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ یکے بعد دیگرے دو اور پرائمری اسکول قائم ہوئے۔ ایک انجمن نوا بی کے زیر سرپرستی اور دوسرا ہندوستانی جماعت عدن کی نگرانی میں۔

یہ اردو کی خوش قسمتی سمجھئے کہ اس زمانے میں عدن کے نظم و نسق کی باگ ڈور بمبئی کے ہاتھ آ گئی نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے طول و عرض سے تاجر، انجنیر، ڈاکٹر اور دیگر فنون کے ماہرین کی کثیر تعداد یہاں آئی اور ان سب نے اردو کے فروغ و ترقی میں بڑا حصہ لیا۔ اس سلسلے میں ادارہ تعلیم کے کئی ہندوستانی ڈائرکٹر خاص طور پر لائق مبارکباد ہیں جنھوں نے اردو کو فروغ دینے میں بہت زیادہ دلچسپی لی۔ سرکاری اسکول میں اس کو رائج کیا۔ مقامی حالات کا جائزہ لے کر مناسب درسی کتابیں لکھوائیں اور اردو ادب سے ذوق رکھنے والے حضرات کی مناسب

حوصلہ افزائی کی۔

اردو کی روز بروز بڑھتی ہوئی ترقی اور پھیلاؤ صرف یہاں تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ عدن کے لوگ شعر و ادب کی طرف بھی سنجیدگی سے متوجہ ہوئے۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی "بزم جمیل" ہے جس کا سنگ بنیاد ۱۹۳۱ء میں رکھا گیا تھا۔ اس بزم نے ذوق شعر و شاعری کو فروغ دینے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ اس کے زیر اہتمام مشاعرے ہوتے تھے جس کی وجہ سے صاحب ذوق حضرات ایک مرکز پر جمع ہو گئے اور اس بزم کے طفیل عدن میں شاعری نے اتنی ترقی کی کہ ہندوستان کے معیاری رسالوں میں عدنی شعراء کا کلام شائع ہونے لگا۔ ان شعراء میں جمیل، نثار، اکبر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ دلکش صاحب کے کلام کا مختصر مجموعہ "گلدستہ عدن" کے نام سے شائع ہوا جس سے عدن میں اردو کی روز بروز بڑھتی ہوئی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔

جناب جمیل صاحب کے دیوان کا مسودہ تیار تھا مگر غربت و افلاس کی وجہ سے شائع نہیں ہو سکا۔ آج اردو نواز حضرات اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس جمیل صاحب کی موت کے بعد مسودہ دستیاب نہیں ہو رہا ہے۔ ورنہ اس کی اشاعت سے جمیل کی روح کو قرار حاصل ہوتا۔ اور ہم عدنی بھی اس بات پر فخر کرتے کہ اردو ادب میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ عدن کی قابل فخر بزم جناب جمیل کی موت کے بعد ٹوٹ گئی۔ مگر کچھ عرصہ بعد انڈین مسلم ایسوسی ایشن بنائی گئی اور ادبی دلچسپیاں شروع ہوئیں۔ اس بزم کے بانیوں میں اکثر وہی تھے جو بزم جمیل کے ممبر تھے۔ اس بزم کا قابل تحسین کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ایک کتب خانہ قائم کر کے عدن میں اردو کتابوں کا مطالعہ عام کر دیا اور بڑے پیمانوں پر مشاعروں کا انعقاد شروع ہوا۔ دوسری جنگ عظیم میں عدن ہندوستانی فوجیوں کی چھاؤنی بن گیا تھا۔ انڈین مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ہونے والے مشاعروں میں فوج کے باذوق حضرات بھی شریک ہوتے تھے۔ ان کے باہمی میل جول سے اردو اور زیادہ مقبول ہوئی۔ اس سلسلے میں یہ بات خالی از دلچسپی نہیں کہ ان مشاعروں میں ہندوستانی شعراء اور عدنی شعراء کے درمیان مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ آزمائشی طرحیں دی جاتی تھیں۔ ہندوستانی شعراء بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ عدن میں بھی اردو داں موجود ہیں۔ مگر افسوس کہ ایسوسی ایشن برے حالات کا شکار ہو گئی۔

مگر یہ رکاوٹیں اور مشکلات اردو کی ترقی کے سیلاب کو نہیں روک سکیں۔ اردو کو جناب مرزا احمد ابراہیم بیگ صاحب کی صدارت میں ایک اور مخلص خدمت گار مل گیا۔ آپ ۱۹۴۰ء میں ایک مدرس کی حیثیت سے عدن پہنچے۔ آپ کے ورود سے پہلے عدن میں ادبی محفلیں صرف مشاعروں تک محدود تھیں۔ مگر آپ کی دور رس نگاہ نے اس بات کو جلد بھانپ لیا کہ اہل عدن میں ذوق شاعری کے علاوہ اور بھی جوہر ہیں، مگر مناسب ماحول نہ ہونے کی وجہ سے یہ جوہر ابھرنے نہیں پاتے۔ اسی خیال کے تحت آپ نے ۱۹۴۸ء میں پہلی دفعہ ایک مقابلہ منعقد کیا، جس میں تقریری مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے نوجوانوں کو ترغیب دی اور اس کے بعد بہت سے جلسوں اور جلوسوں میں رہنمائی کی جس کے باعث آج ہم اس قابل ہوئے کہ بھرے مجمع میں تقریر کر سکتے ہیں۔ یوں تو مرزا صاحب کے ہم پر بہت سے احسانات ہیں۔ مگر ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے ہمیں زبان عطا کی ورنہ ہم اس سے پہلے گونگے تھے۔ ہم اپنے اس محسن کے حضور میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اس دور میں جب کہ اردو روز افزوں ترقی کے منازل طے کر رہی ہے، مصطفیٰ کلیم صاحب نے اپنے ذاتی سرمایہ سے ماہنامہ "آواز" نکالا مگر افسوس اس جرأت مند جوان کی حوصلہ افزائی نہ ہو سکی اور رسالہ صرف ایک رسالہ تک جاری رہا۔ اس کے بعد شوکت صاحب نے بھی اپنے ذاتی سرمایہ سے "صدائے صحرا" کا اجرا کیا، جس کا نوجوان طبقہ نے نہایت جوش و خروش سے خیر مقدم کیا۔ مگر اس کا بھی وہی حال ہوا جو اس کے پیش رو "آواز" کا ہوا تھا۔

گیسوئے اردو کو سنوارنے کے لئے ان مجالس اور رسائل کے علاوہ کئی اور انجمنوں نے بھی جد و جہد کی ہے جن میں قابل ذکر، مثلاً انڈین کلب اور اردو ایجوکیشنل سوسائٹی ہیں، جن کا مقصد اردو زبان کا فروغ ہے۔

آخر میں اردو کی سب سے کم عمر خدمت گار "بزم اردو" کا ذکر ناگزیر ہے جس کا سنگ بنیاد ۱۹۵۴ء میں رکھا گیا تھا اور جو پہلی دفعہ "اردو ہفتہ" کے ذریعہ عوام میں روشناس ہوئی۔ گذشتہ سال اس کے زیر اہتمام ہونے والے اجلاس میں ہمارے بزرگوں نے جس دلچسپی کا اظہار کیا اور نوجوانوں نے جس طرح اپنی قابلیت اور صلاحیت کو اجاگر کیا اس کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ دن دور نہیں جب عدن بھی ایسی شخصیتیں پیدا کرے گا۔ جو اردو ادب کی تاریخ میں اپنے لئے جگہ بنائیں گی اور اپنی تخلیقات سے ادب میں اضافہ کریں گی۔ کیونکہ اردو زبان کسی ایک خطہ زمین کی جاگیر نہیں بلکہ اب ایک بین الاقوامی زبان ہے۔

(المجتبیٰ)

انجمن کے شاہکار

باپو کے قدموں میں

صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد نے گاندھی جی کے ساتھ اپنی ابتدائی سیاسی زندگی کا حال بہت دلچسپ پیرایے میں لکھ کر شائع کیا تھا۔ لیکن وہ کتاب دیوناگری رسم الخط میں تھی۔ اس لئے محترم صدر کی اجازت سے انجمن نے اس کو اردو رسم الخط میں منتقل کیا ہے۔

طباعت بہترین ٹائپ کی ہے اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ انجمن نے اس سے زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت کتاب ابھی تک کوئی اور شائع نہیں کی۔ فاضل سوانح نگار کے اعلیٰ مرتبے کا لحاظ کر کے انجمن نے اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے قلم سے گاندھی جی کی تعلیمات کا یہ مطالعہ بہت ہی دلچسپ ہے اور اس قابل ہے کہ ہر ملک کے کتب خانے میں جگہ پائے

اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے اور ہر حصے کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔ اور مکمل سٹ کی قیمت پندرہ روپے۔

ترقی پسند ادب

یہ کتاب ترقی پسند شاعر سردار جعفری کی تصنیف ہے۔ اور غالباً اس موضوع پر پہلی مستند کتاب ہے اس میں ترقی پسند ادبی تحریک کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے کہ ترقی پسند تحریک کا رشتہ بین الاقوامی ہے جو قومی حدبندی اور جغرافیائی معاہدوں کو توڑ کر انسانیت کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جو انصاف محبت اور آزادی کے جذبے میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور کسی قوم کی برتری اور تفوق کا تصور اس نئی دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

ان اوراق میں بہت سی غلط فہمیوں کو جو ترقی پسند ادب کی تحریک کے متعلق پیدا ہوگئی ہیں دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ کتاب بہترین ٹائپ میں اعلیٰ قسم کے چکنے کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔

(قیمت مجلد ۶ روپے)

مرقع افغان

(تالیف مولانا ابو الحسین صاحب فاروقی)

افغانوں کے لودھی خاندان کے دور حکومت کی ایک مختصر تاریخ ہے جس میں اس عہد کی قدیم تاریخوں سے مدد لی گئی ہے۔

جن تاریخ نگاروں اور ادیبوں نے اس کتاب کو دیکھا ہے وہ فاضل مولف کی محنت کو سراہتے ہیں۔

(قیمت تین روپے چار آنے)

احوالِ غالب

(مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو)

غالبیات کے اس سلسلے کی پہلی کتاب ہے جو انجمن شائع کرنا چاہتی ہے۔ ملک میں اصحاب ذوق اور اہل نظر نے اس کتاب کا بہت پرجوش خیر مقدم کیا ہے۔ فاضل مولف غالبیات پر بہت وسیع نظر رکھتے ہیں اور اس موضوع کے مسلم ماہرین میں سے ہیں جس محنت اور وسعت نظر کے ساتھ یہ کتاب مرتب کی گئی ہے اس کا اعتراف ملک کے بہترین اہل علم اور ادیبوں نے کیا ہے۔

(قیمت نو روپے فی جلد)

میر تقی میر

(مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی۔ دہلی یونیورسٹی)

ملک کے بہترین ادیب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ میر کے متعلق ڈاکٹر فاروقی کا مطالعہ بہت گہرا اور وسیع ہے اور اس کے دیکھنے ہی سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ آج تک میر کی سوانح اور کلام کے متعلق اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔

اس کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مولف نے میر کے زمانے کے تاریخی حالات کو ان کی پوری زندگی اور شاعری کا پس منظر بنایا ہے۔ اور اس طرح ایک تاریخی فریم میں میر کی سیرت کا عکس پیش کیا ہے۔ ابھی تک اردو ادب میں بہت کم ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں تاریخی پس منظر کے ذریعے سے سیرت اور کردار کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ انجمن اس بات کو اپنا ایک کارنامہ سمجھتی ہے کہ اس نے ڈاکٹر فاروقی سے ایک ایسی اچھی کتاب لکھوائی جس نے تاریخ ادب کے مطالعے کا ایک نیا راستہ پیدا کردیا۔

(قیمت بارہ روپے فی جلد)

حیاتِ سرسید

سید مرحوم کے ان گنت احسانات ہماری قوم پر ہیں۔ وہ ہماری قوم کے سب سے بڑے آدمی تھے۔ اور بڑے آدمیوں کے کارنامے قوم میں زندگی کی روح پیدا کرتے ہیں۔ اس کتاب میں سید مرحوم کی عظیم الشان زندگی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے تاکہ عام پڑھنے والے ان کے بڑے بڑے کاموں اور ان کی زندگی کے خاص خاص پہلوؤں سے واقف ہوجائیں۔ اس کے مرتب نور الرحمان صاحب بی۔ اے ہیں۔ قیمت ۲/۸ روپے۔

پرنٹر و پبلشر قاضی عبدالغفار نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن کی طرف سے شائع کیا